قرآن کریم کا حیرت انگیز انداز نصیحت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ رمئی ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ
وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا
بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ
مُرِيْبٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ
وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ
تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ
نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ
وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۴﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۵﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ﴿۱۶﴾ (ابراہیم:۱۰-۱۶)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کا یہ نہایت ہی پیارا اسلوب ہے کہ ازمنہ گزشتہ کے وہ قصے دہراتا ہے جن سے اولوالالباب نصیحت پکڑتے ہیں اور مومن کو مجادلہ کا ایسا پاکیزہ طریق سکھاتا ہے جس میں کوئی کج بحثی نہیں، کوئی جبر نہیں، ایسی صاف اور پاکیزہ گفتگو ہے کہ اس کے نتیجہ میں اگر سننے والا متاثر ہو اور اللہ تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے تسلیم کرے تو اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر وہ نہ سننے پر اصرار کرے یا تکبر اور نخوت سے کام لے تو مومن کو اس بات کی بھی اجازت نہیں کہ اس کے مقابلہ میں کج بحثی سے کام لے کجا یہ کہ دین کے حق میں جبر کو استعمال کرے۔ بڑے ہی ظالم ہیں وہ لوگ جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان لوگوں پر جو آپؐ کے ساتھ تھے جبر کا الزام لگاتے ہیں۔ کیونکہ جبر کی تعلیم دینے والوں کو یا ان کو جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جبر کی تعلیم دی گئی ہو اس قسم کے واقعات تو نہیں سنائے جاتے جیسے قرآن کریم سناتا ہے۔ ان کا تو مزاج ہی مختلف ہوتا ہے۔ ان کے اندر ایک گہرا غم اور سوز پایا جاتا ہے۔ ازمنہ گزشتہ کی ایسی دردناک کہانیاں ہیں کہ ان کو سن کر دل پگھلنے لگتے ہیں اور قرآن کریم بالآخر یہ نصیحت کرتا ہے کہ صبر کے سوا ہم تمہیں اور کوئی تعلیم نہیں دیتے۔ جس طرح پہلوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرنا۔ تمہیں جتنے بھی دکھ دیئے جائیں سوائے صبر کے تمہیں اجازت ہی نہیں کہ کوئی اور طریق مقابلہ کا اختیار کرو اور جب تم صبر کرو گے تو صبر کے ساتھ پھر ہماری طرف جھکنا، ہم سے التجائیں کرنا اور ہم سے فتح مانگنا۔ فرمایا پھر انہوں نے ہم سے فتح مانگی اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو غالب کر دیا یا ان قوموں کو غالب کر دیا جن کا ذکر بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ ہے خلاصہ ان آیات کے ترجمہ کا جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔

اب میں آیات کو الگ الگ لے کر ان کے متعلق کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَؤُا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ اے وہ لوگو جو محمد مصطفی ﷺ کے مقابلے پر نکلے ہو، اے تکبر اور نخوت سے کام لینے والو اور اے اِباء کرنے والو! کیا تمہیں ان قوموں کی خبریں نہیں پہنچیں جو قوم نوحؑ تھی اور قوم عاد تھی اور قوم ثمود تھی اور ان قوموں کی بھی جو ان کے بعد آنے والی تھیں، ان کی تفاصیل کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو علم نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان سب کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول کھلے کھلے نشانات لے کر آئے فَرَدُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فِیۡۤ اَفۡوَاہِہِمۡ لیکن انہوں نے رسولوں کے پیغام کو رد کر دیا۔ فَرَدُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فِیۡۤ اَفۡوَاہِہِمۡ کا محاورہ عربی میں انکار کرنے اور کسی بات کو رد کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن ہر موقع اور محل پر یہ محاورہ اطلاق نہیں پاتا بلکہ ایک خاص قسم کی صورتحال کے لئے یہ طرز بیان اختیار کی جاتی ہے۔ کسی پیغام کو رد کرنے والے مختلف قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں، کچھ وہ جو بڑے ادب اور احترام کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے رد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا پیغام سر آنکھوں پر لیکن ہمیں استطاعت نہیں، ہمیں توفیق نہیں، ہم مجبور ہیں اس لئے ہمیں چھوڑ دو۔ کچھ وہ ہیں جو برابری پر رد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ٹھیک ہے ہم نے تمہارا پیغام سن لیا لیکن ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے ۔ کچھ وہ ہیں جو تکبر اور نخوت کے ساتھ رد کرتے ہیں۔ یہ محاورہ ان کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کا ایسا پیارا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ تکبر کرنے والوں میں سے بھی وہ جو انتہا کے متکبرین ہیں۔ فَرَدُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فِیۡۤ اَفۡوَاہِہِمۡ کا مطلب یہ ہے کہ بات سن رہے ہیں اور انگلیاں منہ میں دانتوں تلے دبائی ہوئی ہیں۔ اس تکبر کے اظہار کے لئے کہ ہاں تم کہتے چلے جاؤ، ہم تو تمہیں اس لائق بھی نہیں سمجھتے کہ تمہارے جواب میں دو حرف ہی کہہ دیں۔ منہ سے انگلی نکالنے کی توفیق نہیں پاتے اور یہ اظہار تکبر کا ایک عجیب ذریعہ ہے جس کو ہم آج تک دنیا میں رائج دیکھتے ہیں۔ انسان ایک ذلیل سی چیز کو اوپر سے نیچے کی طرف بڑی حقارت سے دیکھ رہا ہے۔ جیسے زمین کا کوئی کیڑا ہو اور انگلیاں دانتوں تلے دبائی ہوئی ہیں اور کہتا ہے ٹھیک ہے جو تم نے کہنا ہے وہ کہہ لو اور اس تذلیل کے بعد جو اپنی طرف سے انہوں نے کر لی پھر آخر پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ اِنَّا کَفَرۡنَا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِہٖ ہم کھلا کھلا انکار کرتے ہیں اس چیز کا جو تمہارے پاس بھیجی گئی ہے یا جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو۔ وَ اِنَّا لَفِیۡ شَکٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَنَاۤ اِلَیۡہِ مُرِیۡبٍ اور ہم اس بات میں شک کرتے ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔ ہم بہت ہی شک کرنے والے ہیں اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ دو۔

یہ وہ نہایت ہی متکبرانہ طرز عمل ہے جو قرآن کریم کے مطابق آنحضور ﷺ سے قبل کے انبیاء سے لوگوں نے اختیار کیا۔ مخاطب اول طور پر کفار مکہ ہیں اور مراد وہ سارے لوگ ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرنے والے تھے یا آئندہ آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو! یہ پہلے ہی ہو چکا ہے تم بڑی حقارت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کو دیکھ رہے ہو اور تکبر کے سارے ذرائع اختیار کر رہے ہو۔ تم سمجھتے ہو تم بڑی بڑی قومیں ہو اور بڑی عظمتوں کے مالک ہو اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو لوگ حقیقی ایمان لانے والے اور سچے مومنین اور آپ سے پیار کرنے والے ہیں وہ تمہارے مقابل پر تعداد میں ایک معمولی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس تکبر سے تم باتیں نہ کرتے لیکن ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اس سے پہلے یہ واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ تم نئے نہیں ہو اور اس سے پہلے پہلے ان قوموں کے انجام بھی گزر چکے ہیں جنہوں نے اپنے وقت کے نبی کا انکار کیا لیکن جہاں تک ان کمزوروں اور غریبوں اور نہتوں کا تعلق ہے جن کے ساتھ یہ تذلیل کا سلوک کیا گیا ان کا جواب بالکل اور تھا۔ انہوں نے غصہ نہیں کیا، انہوں نے نفرت نہیں کی، انہوں نے مقابل پر سختی کا سختی سے جواب نہیں دیا بلکہ سیدھی سادی اور صاف باتیں کہیں اور قول سدید سے نہیں ہٹے۔

ان رسولوں نے جو مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے قرآن کریم کے مطابق انہوں نے لوگوں سے یہ کہا اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ تم عجیب باتیں کرتے ہو، ہم تو تمہیں خدا کی طرف بلا رہے ہیں۔ ہم اپنی طرف تو تمہیں نہیں بلا رہے۔ ہم تو ان نیکیوں کی طرف بلا رہے ہیں جو خدا کی ذات سے وابستہ ہیں اور ان نیک کاموں کی طرف بلا رہے ہیں جو ہمیشہ سے خدا والے کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم تمہیں ایسا کوئی کام نہیں بتاتے جو خدا کے سوا کسی اور وجود کی طرف منسوب ہو سکتا ہو۔ ہماری تعلیم بتاتی ہے کہ ہم تمہیں اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ ہم شک کرتے ہیں تو کیا خدا کی ذات میں شک کرتے ہو، کیا ان نیکیوں میں شک کرتے ہو جن کی طرف ہم تمہیں بلا رہے ہیں۔ ہم تمہیں اس خدا کی طرف بلا رہے ہیں جس نے آسمانوں کو بھی پیدا کیا اور زمین کو بھی پیدا کیا۔ وہ تمہیں بلاتا ہے ہم نہیں بلاتے اور وہ بلاتا ہے اس غرض سے کہ تمہاری بخشش فرمائے۔ اس میں یہ بھی بیان فرما دیا کہ جس وقت رسول آتے ہیں اور قوم کو خدا کی طرف بلاتے ہیں، وہ انتہائی گنہگار ہو چکی ہوتی ہے۔ ہر قسم کے گناہوں میں ملوث ہو چکی ہوتی ہے اور سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ

ان پر رجوع فرمائے اور غیر معمولی فضل نازل فرمائے ایسی قوم کی نجات کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔

پس انبیاء ان کو سمجھاتے ہیں کہ تم اپنا حال کیوں نہیں دیکھتے۔ تم سر سے پاؤں تک گناہوں اور گندگی میں ملوث ہو چکے ہو۔ خدا تمہیں بلا رہا ہے اس لئے کہ تمہاری مغفرت فرمائے اور تم یہ جواب دے رہے ہو کہ ہم شک کر رہے ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ تم کیا باتیں کرتے ہو۔

پھر فرمایا وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى۔ یہ دوسرا پیغام ہے۔ اس میں بہت ہی گہرا انداز ہے اور بہت ہی وسیع انداز ہے۔ جواب میں بظاہر کوئی دھمکی نہیں ہے۔ ایسے حیرت انگیز طریق پر اور ایسی ملائمت کے ساتھ بات کی گئی ہے کہ اس میں سننے والے کے لئے بظاہر غصہ کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لیکن آپ اس مضمون پر غور کریں تو اس میں اتنا گہرا انداز ہے کہ صاحب عقل اور صاحب رشد انسان کو یہ سن کر لرز جانا چاہئے۔ ان رسولوں نے جواب دیا کہ تمہیں بخشش کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ تمہاری بخشش نہ کی گئی تو تمہاری صف لپیٹ دی جائے گی اس لئے کہ تم اس انجام کو پہنچ چکے ہو جس کے بعد قومیں زندہ نہیں رکھی جاسکتیں وہ لازماً ہلاک کر دی جاتی ہیں اس لئے خدا تمہیں بلا رہا ہے۔ فرمایا وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى یہ تمہیں آخری مہلت ہے تا کہ تمہاری وہ مدت جس تک تم باقی رکھے جاسکتے ہو اس کے آخری کنارے تک تم پہنچ جاؤ نہ یہ کہ پہلے کنارے پر پکڑے جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے قوموں کی جو عمریں اور مدتیں مقرر فرمائی ہیں ان کے متعلق بعض آیات سے پتہ ملتا ہے کہ جب وقت آجاتا ہے تو نہ ان کو چھوٹا کیا جاسکتا ہے نہ ان کو لمبا کیا جاسکتا ہے۔ (الاعراف: ۳۵) سوال یہ ہے کہ کیا یہ آیت اس مضمون کے منافی ہے، کیا ان دونوں مضامین میں تضاد ہے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب قوموں کا وقت آجاتا ہے تو پھر کوئی ڈھیل نہیں دی جاتی۔ نہ ایک لمحہ کے لئے اس وقت کو آگے کیا جاسکتا ہے نہ ایک لمحہ کے لئے پیچھے کھینچا جاسکتا ہے۔ اور یہاں فرماتا ہے وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى اگر تم خدا کی آواز پر کان دھرو گے اور بخشش کی طرف دوڑے چلے آؤ گے تو اللہ وعدہ کرتا ہے کہ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى تمہاری اجل مسمّٰی تک تمہیں آگے بڑھا دے گا۔ معلوم یہ ہوا کہ اجل مسمّٰی سے مراد ایک پرلا کنارا بھی ہے اور اجل مسمّٰی سے مراد ایک ادھر کا کنارا بھی ہے۔

وہ قومیں جو بیمار ہو جاتی ہیں وہ اپنی مدت معینہ کے پہلے کنارے پر ہلاک کی جاتی ہیں اور وہ قومیں جو صحت مند ہوتی ہیں وہ آخر وقت تک عمر پاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اجل مسمّٰی کا آخری کنارا

آ جائے۔ یہی حال ہم انفرادی زندگی میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی مقدر ہے، ہر انسان اجل مسمی لے کر آیا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا جاتا ہے لکل داءٍ دوَاءٌ (صحیح مسلم کتاب السلام باب لکل داء دواءٌ) ہر بیماری کی شفا بھی ہے۔ دعائیں بھی مانگو، علاج بھی کرو، ہر ممکن کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی کو لمبا فرمادے۔

معلوم ہوتا ہے ہر انسان کے لئے Inherent یعنی ودیعت کی ہوئی کچھ عمر ہے۔ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح کا جواب اس کی عمر کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اگر وہ اپنی عمر عزیز کو ضائع کرے گا اور سرکشی سے کام لے گا اور خدا تعالیٰ کے بیان فرمودہ قوانین کے اندر نہیں رہے گا اور اعتدا کرے گا تو وہ مدت معینہ جو اس کے لئے مقرر ہے اس کے پہلے کنارے پر وہ پکڑا جائے گا اور اگر اس نے ان سب تقاضوں کو پورا کیا تو پھر وہ آخری مدت تک پہنچایا جائے گا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ خدمت خلق لمبی عمر کا راز ہے۔ (البدر جلد۲ نمبر ۱۸، مؤرخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۳ء) اگر عمر کی تعیین ایک لمحہ، ایک ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے تو پھر یہ بات ہی بے معنی بن جاتی ہے۔ اس سے لازماً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو فہم قرآن عطا فرمایا گیا تھا اس سے آپؑ نے یہ راز پایا کہ بظاہر عمر مقرر ہے لیکن اس عمر کی دو حدیں مقرر ہیں ایک اول حد اور ایک آخر حد۔

پس اس مضمون کو کھولتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو! تم اپنی ذلت اور نکبت اور بداعمالیوں میں اس مقام کو پہنچ چکے ہو کہ آسمان پر لکھا جا چکا ہے کہ اب تم پکڑے جاؤ گے لیکن یہ تمہارے پکڑے جانے کا پہلا وقت ہے۔ ابھی تمہارے زندہ رہنے کے لئے بہت دن باقی ہیں۔ خدا کی تقدیر اگر چاہے تو تمہاری عمر کو لمبا کر سکتی ہے اس لئے ہم تمہیں بلا رہے ہیں اور ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ خدا کی طرف توجہ کرو، وہ چاہتا ہے تم پر رحم فرمائے اور تمہاری عمر بڑھا دے۔ اب یہ اتنی معقول اور اتنی مدلل بات ہے اور اتنے پیارے انداز میں انذار کیا گیا ہے کہ اس کو سننے کے باوجود انہوں نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا باتیں خدا کی کرتے ہو اور ہو ہماری طرح کے انسان۔ تمہاری حیثیت کیا ہے۔ ہم کوئی فوقیت نہیں دیکھتے جو تمہیں ہم پر حاصل ہو۔ تم فرشتے نہیں، تم مافوق البشر طاقتیں لے کر نہیں آئے، ہماری طرح کھاتے پیتے ہو، ہماری طرح گلیوں میں چلتے پھرتے ہو، ہماری

طرح بھوک اور پیاس کو مٹانے کے لئے رزق اور پانی کے محتاج ہو، ہم پر تمہیں کیا فضیلت حاصل ہے۔ ناصح بن کر ہم پر اپنی کیا فوقیت جتاتے ہو، ایک عام انسان ہو کر خدا کی باتیں کر کے خدا کی طرف سے ہمیں پیغام دینے لگ گئے ہو۔ تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ہم تمہاری اس حرکت کو سمجھتے ہیں۔ سوائے اس کے تمہارا اور کوئی مقصد نہیں کہ تم اس مذہب کو تبدیل کر دو جو ہمارے آباؤاجداد کا تھا اور یہ اشتعال انگیزیاں ہیں ہم ان کو برداشت نہیں کریں گے، فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ اب ہم نے بات کھول دی ہے، اب کوئی معین دلیل لاؤ جو اس کے خلاف ہو۔ انہوں نے بھی دھمکی کے جواب میں دھمکی دی لیکن جیسے لپٹی ہوئی دھمکی پہلے دی ویسے ہی لپٹی ہوئی دھمکی اب ہے جو آگے جا کر کھل جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے کہا، اچھا! تم خدا کی طرف سے ہمیں انذار کرتے ہو، خدا تو پتہ نہیں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کہاں ہے، ہم تو تمہارے سامنے موجود ہیں، ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہم تمہاری نیتوں کو سمجھ گئے ہیں اور تمہاری شرارت کو پہچان گئے ہیں، تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہمارے آباؤاجداد جھوٹے تھے، تم ان کو گالیاں دیتے ہو۔ تم یہ جو کہتے ہو کہ ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ تو گویا یہ بتانا چاہتے ہو کہ ہمارے سب بزرگ جھوٹے تھے اور بدکردار تھے اور ہم نے ان کا جو راستہ اختیار کیا ہے یہ رستہ غلط ہے۔ اگر ہم یہ غلط بات کرتے ہیں تو اس کے مقابل پر کوئی دلیل لاؤ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کیسا صاف، سادہ اور پاکیزہ جواب دیا ہے۔ رسولوں نے کوئی غصہ نہیں کیا۔ فرمایا ہاں ٹھیک ہی تو ہے ہم تمہاری ہی طرح کے انسان ہیں۔ ہم میں اور تم میں بشریت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اپنے انعام کے لئے چن لیتا ہے اور جن بندوں پر اللہ انعام فرمائے ان میں اور عام بندوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ بظاہر بشریت کے لحاظ سے ہم ایک ہیں اور ایک ہی مقام پر فائز ہیں لیکن ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ اللہ ہم پر رحمتیں نازل فرما رہا ہے لیکن تم اللہ کی رحمتوں سے محروم ہو رہے ہو۔

ان دو قسم کے بشروں میں تو بہت ہی بڑا فرق ہے۔ بحیثیت بشر کے ذاتی طور پر ہم میں یہ طاقت نہیں ہے أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ کہ ہم تمہارے مقابل پر کوئی دلیل پیش کریں جو تم پر غالب آ جائے۔ سلطان ایسی دلیل اور حجت اور برہان کو کہتے ہیں جو دوسرے کو مغلوب کر دے۔ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ہاں جب اللہ چاہے گا تو وہ ضرور ایسے سلطان بھیجے گا جو تمہیں مغلوب کر دیں گے وَعَلَى اللَّهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن تو اللہ پر ہی توکل کیا کرتے ہیں۔

باتوں کے پردہ میں پھر وہی طرز گفتگو چل رہی ہے۔ بڑی ملائمت کے ساتھ مخفی انداز بھی ہو رہا ہے۔ رسول فرماتے ہیں تم ہم سے کس دلیل کی توقع رکھتے ہو۔ ہم تو تمہیں بتا چکے ہیں کہ پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں۔ جب بھی اور جس نے بھی ان کا انکار کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ فرمایا غلبہ کی یہ دلیلیں اگر تم چاہتے ہو تو وہ تو ہمارے بس میں نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے تم خود ہی کہہ چکے ہو کہ ہم تمہاری طرح کے بشر ہیں۔ جب ہم تمہاری طرح کے بشر ہیں تو پھر ہم سے کیا توقع رکھ سکتے ہو کہ ہم تم پر غالب آجائیں گے۔ ہم تو غالب آنے کی طاقت نہیں رکھتے، تمہاری طرح کے بشر ہیں اور تعداد میں کمزور، اپنی طاقت میں کمزور اور اپنے جتھے میں کمزور ہیں۔ تمہارے مقابل پر ہماری تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ ہم سے کیا مانگتے ہو جو ہستی غلبہ کی دلیل دے سکتی ہے اس کے تم منکر ہو رہے ہو اس لئے تم سے مزید گفتگو چل نہیں سکتی۔ اگر تم یہ تسلیم کر لیتے کہ ہم خدا کی طرف سے باتیں کرتے ہیں تو تمہارا یہ مطالبہ برحق تھا کہ سلطان مبین لے کر آؤ۔ تم تو مان ہی نہیں رہے کہ ہم خدا کی طرف سے ہیں اور جو تم ہمارے متعلق مانتے ہو ہم بھی اپنے متعلق مانتے ہیں کہ ہم بھی تمہاری طرح کے بشر ہیں۔ بشریت کے لحاظ سے تم پر کوئی فوقیت نہیں رکھتے۔ اس لئے تمہارا ہم سے یہ مطالبہ نہایت ہی غیر معقول ہے کہ تم بشر ہوتے ہوئے اور کمزور ہوتے ہوئے ہمارے خلاف غلبہ کی دلیل لے کر آؤ۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اللہ ہے، ہم جانتے ہیں کہ اس نے ہمیں کھڑا کیا ہے، ہم جانتے ہیں کہ اس نے ہمیں انذار کے لئے بھجوایا ہے اس لئے عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ توکل کرنے والے ہمیشہ اپنے رب پر توکل کیا کرتے ہیں اور ہم بھی اپنے اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں اور اس پر بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ابھی مناظرہ چل رہا ہے، ابھی گفتگو جاری ہے۔ انبیاء اپنی قوم کے لوگوں سے کہتے ہیں کہ تمہاری بات تو ختم ہو گئی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ہم نے تو تمہیں اس کا خوب ٹھوس جواب دے دیا ہے لیکن ہماری بات ابھی جاری ہے وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا جبکہ وہ ہمیں ہدایت دے چکا ہے۔ انہوں نے اتنے یقین کے مقام پر فائز ہو کر بات کی ہے کہ جب تک کسی نے کچھ پا نہ لیا ہو اس قسم کا کلام اس کے منہ سے نہیں نکل سکتا۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پاس ایک دہریہ آیا۔ یہ قادیان کی بات

ہے۔ مسجد مبارک میں نماز کے بعد مجلس ارشاد لگی ہوئی تھی۔ اس نے بیٹھ کر خدا کی ہستی کے خلاف چند دلائل دینے شروع کر دیئے۔ وہ دلائل دیتا رہا اور حضرت صاحب مسکراتے رہے۔ جب اس نے بات ختم کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو تم پر ہنسی آ رہی ہے تم مجھے یہ دلیل دے رہے ہو کہ خدا کی ہستی نہیں ہے حالانکہ وہ ہستی مجھ سے کلام کرتی ہے۔ مجھ سے پیار اور محبت کا سلوک کرتی ہے اور بار ہا مجھ پر ظاہر ہو چکی ہے اور تم باہر بیٹھے مجھے پیغام دینے آئے ہو کہ وہ ہستی موجود نہیں۔ کیسی بے وقوفوں والی بات ہے۔

یہ بالکل وہی طرز استدلال ہے جو انبیاء اختیار کرتے رہے ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ حضرت مصلح موعود نے وہی طرز استدلال اختیار کی جو انبیاء اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ قرآن کریم کے مطابق خدا رسیدہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر توکل کیوں نہ کریں۔ انسان ہمیشہ اس چیز پر توکل کیا کرتا ہے جس پر کامل یقین ہو۔ تم تو کہتے ہو ہمیں شک ہے اس لئے تمہارے لئے توکل کا کوئی سوال ہی نہیں۔ ہمیں تو خدا تعالیٰ سے ہدایت مل چکی ہے۔ ہم سے تو خدا کلام فرماتا ہے، ہم پر تو رحمتیں نازل فرما رہا ہے، اتنے پیار کرنے والے اور ایسے باوفا خدا پر ہم توکل نہ کریں تو ہم بڑے ہی ظالم لوگ ہوں گے۔ ہم نہ صرف یہ کہ اس پر توکل کریں گے بلکہ توکل کا ثبوت اپنے صبر سے دیں گے۔ زبانی توکل کرنا اور چیز ہے لیکن دکھوں کی زندگی قبول کر لینا جبکہ انسان اس زندگی سے بچ بھی سکتا ہے یہ ہے صحیح توکل۔

پس اس دلیل کو کتنا مضبوط کر دیا جب فرمایا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا خدا کی قسم ہم صبر کریں گے اس ظلم پر اور اس دکھ پر جو تم ہمیں دو گے اور دیتے چلے جا رہے ہو۔ تم نے جتنے مصائب ہم پر توڑے ہیں چونکہ ہمارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور ہم خدا کی طرف دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم صبر کریں گے اور اس سے زیادہ کوئی اور دلیل نہیں دی جا سکتی اس بات کے حق میں کہ ہم خدا پر توکل کرنے والے ہیں قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیں گے بلکہ اللہ کے قانون کو جاری ہونے دیں گے اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ ضرور جاری ہوگا۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور ہاں ہم پھر اعلان کرتے ہیں کہ جو لوگ توکل کرنے والے ہوتے ہیں وہ اللہ کی ذات پر توکل کیا کرتے ہیں۔

یہ بات سن کر وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا تھا۔ قرآن کریم کے مطابق ان پر پے در پے ایسے واقعات رونما ہوئے کہ وہ تاریخ کا حصہ بن گئے۔ چنانچہ قرآن کریم کہتا ہے کہ ہم تمہیں ان سارے

واقعات کا خلاصہ سنا رہے ہیں اور ایک ایسی تاریخ بتا رہے ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے جاری ہے اور ان تین انبیاء علیہم السلام کے وقت میں بھی جاری رہی جن کے ہم نے نام لئے ہیں اور پھر بے شمار ایسے انبیاء کے وقت میں بھی اسی طرح جاری رہی جن کے ناموں کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جب بھی انہوں نے یہ کہا تو مقابل پر یہ کہا گیا، انہوں نے یہ کہا تو مقابل پر یہ کہا گیا۔

غرض یہ باتیں سننے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر منکرین کی قوم نے اپنے رسولوں سے کہا، اچھا! توکل کرتے ہو اپنے رب پر تو پھر تو تمہارا علاج آسان ہے، تم تو ہمارے قبضۂ قدرت میں ہو، لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ ہم تمہیں اپنے وطن سے نکال دیں گے۔ گویا کہ ان کو وطنیت کے حق سے ہی محروم کر دیا۔ جس زمین میں وہ پلے، جس زمین کا انہوں نے پانی پیا، اس زمین سے رزق حاصل کیا، اسی شہر، اسی جگہ کے وہ لوگ متوطن تھے لیکن قوم مقابل پر تکبر کی انتہا کر دیتی ہے۔ کہتی ہے ہمارا ملک ہے تمہارا تو نہیں اور ہم اختیار رکھتے ہیں کہ تمہیں اس زمین سے نکال دیں۔ خدا کے رسول اس کا کوئی جواب نہیں دیتے خاموشی اختیار کرتے ہیں اور پیشتر اس کے کہ وہ جواب دیں اللہ تعالیٰ آسمان سے ان پر وحی نازل فرماتا ہے لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ تمہیں ہرگز کسی معاملہ میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی ہاتھ ہلانے کی ضرورت نہیں، ہم ظالموں کو ہلاک کریں گے۔ ان کو آسمان سے آواز سنائی دیتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ کس زمین کے مالک بن بیٹھے ہیں، وطن کس کے ہیں، خدا کے سوا کسی کے وطن نہیں ہیں اور خدا کے سوا کسی کی زمین نہیں ہے۔

انبیاء کے مخالفین کہتے ہیں ہم تمہیں اس زمین سے نکال دیں گے لیکن خدا کہتا ہے ہم آسمان سے تمہیں خوشخبری دیتے ہیں لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یہ لوگ تو قصہ ماضی بن چکے ہیں، یہ تو کہانیاں بن جانے والے ہیں، ان کے بعد ہم تمہیں ان زمینوں کا وارث بنائیں گے جن سے نکالنے کا یہ دعویٰ کر رہے ہیں۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ یہ شاندار مستقبل اس قوم کا ہے جو میرے مقام کا خوف رکھتی ہے اور میرے وعید سے نصیحت پکڑتی ہے اور استفادہ کرتی ہے اور ان باتوں سے ڈرتی ہے جن باتوں سے میں ڈرایا کرتا ہوں۔

جب خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ان قوموں کو یہ پیغام دیا اور یہ جاری وساری پیغام ہے، یہ ایسی کہانیاں ہیں جو ہمیشہ دہرائی جاتی رہی ہیں اور دہرائی جائیں گی۔ دنیا ان کہانیوں میں ایک بھی استثناء

نہیں دیکھے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رسولوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے گفتگو بند کر دی وَاسْتَفْتَحُوْا اور عرض کیا کہ اے اللہ! فتح تو تیرے ہاتھ میں ہے، ہم نے تجھ پر توکل کیا تھا، تیرا بے انتہا احسان اور کرم ہے کہ پیشتر اس کے کہ ہم دعا کرتے تو اپنے فضل سے ہم پر رجوع برحمت ہوا اور تو نے آسمان سے ہمیں خوشخبریاں دینا شروع کر دیں پس ہم تجھ سے ہی فتح مانگتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنے رب سے فتح مانگی وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اور ہر وہ شخص جس نے تکبر اختیار کیا تھا اور جبر اختیار کیا تھا ہر سرکش اور حق کا دشمن نا کام و نامراد رہا۔

قرآن کریم کا یہ وہ طرز بیان ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ کتنا حیرت انگیز نصیحت کا طریق ہے، کیسا پیارا انداز ہے اور کتنا یقین سے پر ہے، کتنا قطعی اور اٹل ہے اس تقدیر میں جو خدا نے بیان کی ہے نہ پہلے کبھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ اب کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے۔

پس وہ لوگ جو ہمیشہ خدا کے نام کھڑے ہوں گے ان کے لئے ان رستوں کے سوا اور کوئی رستہ نہیں ہے اس لئے ان کو لازماً صبر کرنا پڑے گا اور لازماً خدا کی خاطر دکھوں کو برداشت کرنا ہوگا اور استقامت دکھانی ہوگی اور خدائے حیی و قیوم پر توکل بھی کرنا ہوگا اور لوگوں کو بتانا ہوگا کہ ہم خدا پر توکل کرتے ہوئے صبر کر رہے ہیں۔ تب ہمیشہ ایسی قوموں پر خدا کی وہ تقدیر بھی لازماً ظاہر ہوگی جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہے جو خدا کی راہ میں حائل ہو سکے۔ جب وہ فیصلہ فرماتا ہے کسی قوم کو فتح دینے کا تو لازماً وہ فتح پاتی ہے اور جب وہ فیصلہ فرماتا ہے کسی قوم کو ہلاک کرنے کا تو لازماً وہ ہلاک کی جاتی ہے اور قصہ کہانی بنا دی جاتی ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲ راکتوبر ۱۹۸۳ء)